۱۴

سُستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو

(فرمودہ ۲۴؍اپریل ۱۹۳۶ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد درج ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت کی۔

یٰۤاَیُّھَاالْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا وَ یَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَھْلِہٖ مَسْرُوْرًاوَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ وَرَاءَ ظَھْرِہٖ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا وَّ یَصْلٰی سَعِیْرًا اِنَّہٗ کَانَ فِیْۤ اَھْلِہٖ مَسْرُوْرًا اِنَّہٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ بَلٰۤی اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ بَصِیْرًا [۱]۔

اس کے بعد فرمایا:-

دنیا کی اصلاح کوئی ایسی معمولی بات نہیں کہ بغیر خاص توجہ اور خاص تدابیر کے پایۂ تکمیل تک پہنچ سکے مگر عجیب بات یہ ہے کہ انسان ہر چیز کیلئے کسی توجہ کی ضرورت محسوس کرتا ہے مگر نہیں کرتا تو بنی نوع انسان کی اصلاح کی طرف توجہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اور اس طرح جو سب سے قیمتی چیز ہے وہ سب سے زیادہ نظر انداز کی جاتی ہے۔ زمیندار ایک بھینس رکھتا ہے یا ایک گھوڑی رکھتا ہے۔ تم اس کے گھر میں تھوڑی دیر جا کر دیکھ لو تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ اپنے دن کا کافی حصہ گھوڑی یا بھینس کی خبر گیری میں صرف کرتا ہے۔ اس کے پاس تھوڑی سی زمین ہوتی ہے مگر اس کی نگہداشت کیلئے کافی عرصہ صرف کرتا ہے لیکن تم چوبیس گھنٹے ایک زمیندار کے گھر میں رہ کر اگر یہ معلوم کرنا چاہو کہ وہ کتنا وقت اپنے بچے کی اصلاح میں صرف کرتا ہے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ ایک منٹ بھی

صرف نہیں کرتا۔اس کی گھوڑی یا بھینس اس کے وقت کا گھنٹہ دو گھنٹے لے لیتی ہے،اس کی کھیتی اس کے وقت سے آٹھ دس گھنٹے لے لیتی ہے اور اس کی توجہ کو اپنی طرف پھیر لیتی ہے مگر اس کا بیٹا جو اس کی سب سے زیادہ قیمتی جائداد ہے اس پر وہ ایک منٹ بھی صرف نہیں کرتا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسانی حیثیت کو لوگ نہیں سمجھتے۔سب چیزوں کی درستی کیلئے لوگ کوشش کریں گے، مالوں کی درستی کیلئے کوشش کریں گے،صنعت وحرفت کی درستی کیلئے کوشش کریں گے،تجارت کی درستی کیلئے کوشش کریں گے،زراعت کی درستی کیلئے کوشش کریں گے لیکن قومی اخلاق کی درستی کیلئے کوشش نہیں کریں گے۔ ہمارے سامنے کانگرس کی وہ جدوجہد موجود ہے جو اس نے ملک کی آزادی کیلئے کی۔کانگرس کے دشمن بھی یہ تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتے کہ کانگرس کی کوششوں میں سے بعض نہایت شاندار اور اعلیٰ درجہ کی تھیں۔اس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ کانگرس نے لوگوں میں ذہنی بیداری پیدا کی اور حبِّ وطن کا جذبہ قلوب میں موجزن کیا۔پھر کوئی شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ ہمارے ملک کا بیشتر حصہ بزدل تھا کانگرس والوں نے ان میں دلیری پیدا کی اور انہیں نڈر بنایا۔غرض ان خوبیوں کا کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا مگر جو کچھ انہوں نے کیا اس سارے کا خلاصہ یہ تھا کہ ملک کو آزادی مل جائے، ملک انگریزوں کے اثر سے محفوظ ہو جائے اور ملک کی عزت دنیا میں قائم ہو جائے لیکن اس جدوجہد اور اس کوشش میں بعض باتیں انہوں نے یا ان کے دوستوں نے ایسی بھی اختیار کیں جو اور زیادہ غلامی کا طوق لوگوں کے گلے میں ڈالنے والی ثابت ہوئیں۔یعنی بعض اخلاقی غلطیاں ایسی ہوئیں جن سے حریت کی روح تو پیدا ہوئی لیکن دوسری طرف اور زیادہ غلامی کی روح پیدا ہوگئی۔مثلاً یہی مسئلہ جونان کوآپریشن کا ہے گو جس مقصد کیلئے استعمال کیا گیا وہ اچھا تھا مگر یہ ذریعہ نہایت گندہ تھا۔اگر نان کوآپریشن کے اصول ہم صحیح تسلیم کرلیں تو اس کے معنے یہ بنیں گے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کی کبھی اطاعت نہ کرے اور اپنی مرضی ہمیشہ منوانے کی کوشش کرے۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نوجوانوں کے اخلاق میں بگاڑ پیدا ہوگیا اور وہی حملے جو کبھی گورنمنٹ کے خلاف کئے جاتے تھے کانگرس کے خلاف شروع ہوگئے۔ستیہ گرہ[2] کو ہی لے لیا جائے یہ کبھی گاندھی جی کے خلاف شروع کی گئی،کبھی کانگرس کے خلاف اس لئے کی گئی کہ وہ اچھوتوں کی خبرگیری اور ان کے حقوق کی تائید کیوں کرتی ہے،کبھی کسی یونیورسٹی کے خلاف شروع کی

گئی ، کبھی پروفیسروں کے خلاف شروع کر دی گئی اور کبھی اپنے ماں باپ کے خلاف ہی ستیہ گرہ ہونے لگی ۔ گویا ستیہ گرہ ایک غلط اصل کی وجہ سے دنیا کی بدترین استیہ گرہ ہوگئی یعنی بجائے سچائی کی تائید کے جھوٹ کی تائید اس سے ہونے لگی ۔ پس اخلاقی طور پر اس تحریک نے لوگوں کو بہت نقصان پہنچایا ۔ اسی طرح کانگرس کی تحریک کے نتیجہ میں گو خود کانگرس والے اس کے بانی نہیں ہوئے مگر بہرحال اس کے نتیجہ میں ٹیررازم یعنی دہشت انگیزی اور قتل کی تحریک شروع ہوئی گویا نوجوانوں کی اخلاقی طور پر موت واقع ہوگئی ۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ کانگرس والوں نے اس بات کی تو قیمت سمجھی کہ جسم غلامی سے آزاد ہونے چاہئیں مگر انہوں نے اس بات کی کوئی قیمت نہ سمجھی کہ ذہن بھی غلامی سے آزاد ہونے چاہئیں کیونکہ اخلاق کی قیمت ان کے نزدیک معمولی تھی مگر جسموں کی قیمت بہت زیادہ تھی اور یہ مرض کانگرس والوں سے خصوصیت نہیں رکھتا تمام دنیا میں یہ مرض پھیلا ہوا ہے یہی حالت ان ممالک کی بھی ہے جو آجکل ترقی یافتہ سمجھے جاتے ہیں ۔ کیا انگلستان ، کیا فرانس ، کیا جرمنی اور کیا امریکہ سب کے نزدیک انسانوں کی اخلاقی حالت خواہ کتنی ہی خراب کیوں نہ ہو انہیں اس کی چنداں پرواہ نہیں ہوگی لیکن جسمانی حالت گرنے کی انہیں فوراً فکر شروع ہو جائے گی ۔ اگر ان کے ملک کے سکّہ کی قیمت گرتی ہے تو وہ گھبرا جاتے ہیں لیکن اگر ان کے نوجوانوں کے اخلاق گر جائیں تو اس کی انہیں پرواہ نہیں ہوتی ۔ اگر ان کا شلنگ بارہ پنس کی بجائے گیارہ پنس کا ہو جائے تو وہ گھبرا جاتے ہیں لیکن اگر ان کے ملک میں جوّا بازی عام ہو جائے ، شراب خوری زیادہ ہو جائے ، فواحش کی کثرت ہو جائے تو اس کی انہیں اتنی فکر نہیں ہوتی یا جھوٹ ، دغا اور فریب پھیل جائے تو اس کی انہیں فکر نہیں ہوگی لیکن شلنگ کا بارہ پنس کی جگہ گیارہ پنس کا ہو جانا ان کے ہاں بہت بڑی اہمیت رکھے گا ۔ تو درحقیقت تمام انسان سوائے ان لوگوں کے جو مذہبی اثر کے نیچے ہوتے اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے تابع ہوتے ہیں قومی اخلاق کی طرف توجہ نہیں کرتے لیکن مال و دولت کے بڑھانے کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی تمام تر کوششیں ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا [۳] کا مصداق بن کر رہ جاتی ہیں ۔ ان کی ساری کوششیں دنیا کے معاملات میں ہی صرف ہو جاتی ہیں دین کے معاملات میں خرچ نہیں ہوتیں ۔ مگر ان سے اُتر کر ایک اور گروہ بھی ہے یا یہ کہنا چاہئے کہ ان سے بدتر ایک اور گروہ ہے جس کی کوششیں

کہیں بھی خرچ نہیں ہوتیں گویا وہ نکمّے وجود ہوتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں اس وقت ایشائیوں کی زیادہ تر حالت ایسی ہی ہے۔ یورپ کے لوگوں کے متعلق تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ ان کی تمام تر کوششیں دنیا پر صرف ہوگئیں لیکن ایشیائیوں کا ننانوے فیصدی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ حصہ ایسا ہے جس کی کوششیں کہیں بھی خرچ نہیں ہوتیں وہ صرف آرام کرنا جانتے ہیں اور کام سے اتنا گھبراتے ہیں گویا موت ہے اور ان کی پوری کوشش اس امر پر صرف ہوتی ہے کہ کسی طرح کام سے چھٹ سکیں اور پھر اگر کوئی کام ان کے سپرد کیا جائے تو وہ کبھی اسے وقت پر پورا نہیں کریں گے اور نہ یہ کوشش کریں گے کہ اس کام میں ترقی ہو حالانکہ انسانی پیدائش اس دنیا میں ہے ہی اسی لئے کہ وہ محنت کریں۔

یہ جو میں نے اس وقت آیات پڑھی ہیں ان کا سارا مضمون تو وقت کی قلت کی وجہ سے میں بیان نہیں کرسکتا مگر ان میں اسی مضمون پر زور دیا گیا ہے جو میں اس وقت بیان کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَاالْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ اے انسان! تجھے کدح کرنی پڑے گی اپنے ربّ تک پہنچنے کیلئے۔ کدح کے معنی ہیں شدید محنت۔ ایسی محنت جس سے انسان کا جسم کمزور ہونا شروع ہو جائے جیسے ہمارے ہاں کہتے ہیں کہ ہڈیاں گھل گئیں۔ یہ حالت جب انسان کی ہو جائے تو اس کے متعلق کہیں گے اس نے کدح کی۔ کدح کے اصلی معنی کسی چیز کا اندر داخل ہو جانا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کَدَحَ رَأْسَہٗ بِالْمُشْطِ اس نے کنگھی کے ساتھ اپنے بالوں کو درست کیا۔ چونکہ کنگھی انسان کے بالوں میں داخل ہو جاتی ہے اس لئے اس کے متعلق کدح کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اسی طرح کہتے ہیں کَدَحَ وَجْھَہٗ اس نے منہ پر ناخن مارے اور وہ ناخن جلد کے اندر گھس گئے تو کدح اس محنت کو کہتے ہیں جس کا اثر جسم سے اتر کر انسان کے اندر چلا جاتا ہے اور محنت شاقہ کی وجہ سے اس کی ہڈیاں گھلنے لگ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَاالْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ اے انسان! تجھے اتنی محنت کرنی پڑے گی اتنی محنت کرنی پڑے گی کہ اس محنت کی وجہ سے تیری ہڈیاں گھل جائیں تب کہیں تیرے ربّ کی ملاقات تجھے نصیب ہوگی پھر جب ایسا انسان وہاں پہنچے گا تو اس بات کی علامت کیلئے کہ اس کی کدح سچی تھی اور اس کی محنت پوری اتری خدا تعالیٰ اس کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دے گا۔

دائیں ہاتھ سے مراد کام کرنے والا ہاتھ ہے دنیا کا اکثر حصہ چاہے وہ مسلمان ہو یا نہ ہو دائیں ہاتھ سے کام کرتا ہے بعض لوگ بے شک لیفٹ ہینڈڈ (Left Handed) یعنی بائیں ہاتھ سے کام کرنے والے بھی ہوتے ہیں مگر وہ نہایت قلیل ہوتے ہیں اکثر دائیں ہاتھ سے کام کرتے ہیں۔ خط لکھیں گے تو دائیں ہاتھ سے، کوئی چیز کاٹیں گے تو دائیں ہاتھ سے، ضرب لگائیں گے تو دائیں ہاتھ سے، اسلام نے تو دائیں ہاتھ سے کام کرنے کو مذہب کا جزو قرار دیا ہے مگر عملی طور پر ساری دنیا میں یہ بات پائی جاتی ہے اور ملک کا ملک کم از کم میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جہاں بائیں ہاتھ سے کام کیا جاتا ہو۔ افراد بے شک کرتے ہیں مگر وہ قلیل ہوتے ہیں پھر بائیں ہاتھ سے کام کرنا ان کی کوئی خوبی نہیں بلکہ نقص سمجھا جاتا ہے۔ تو دایاں ہاتھ عمل پر دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چونکہ وہ عملی لوگ ہوں گے اور محنت اور کوشش سے کام کرنے والے ہوں گے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دے گا مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے دنیا میں کوئی عمل نہ کیا ہوگا اور ان کی یہ عادت ہوگی کہ جب ان کے سامنے کوئی کام آیا انہوں نے اسے اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا۔ جیسا کہ کہتے ہیں آج کا کام کل پر ڈال دینا۔ دنیا میں یہ عام دستور ہے کہ جو کام انسان نے کرنا ہوا سے اپنے سامنے رکھ لیتا ہے مگر جو نہ کرنا ہوا سے ایک طرف کر دیتا ہے اس کے مطابق چونکہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے پاس جب کام آتا تو وہ اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال دیتے اور اس طرح ان کی پیٹھوں کے پیچھے کاموں کا ایک ذخیرہ جمع رہتا اس لئے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ چونکہ وہ اپنی پیٹھ کے پیچھے کام رکھنے کے عادی تھے اس لئے ان کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے رکھا جائے گا۔ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا اس وقت جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے رکھا جائے گا یہ شور مچانے لگ جائے گا کہ میں تو مارا گیا۔ یہ سست اور کاہل آدمی کی مثال ہے کہ وہ بجائے کام کو اپنے سامنے رکھنے اور اسے پورا کرنے کی کوشش کرنے کے ہمیشہ اسے تاخیر میں ڈالتا اور اسے بھلانے کی کوشش کرتا ہے لیکن دیانت دار اور مؤمن انسان ہمیشہ اُسے سامنے رکھتا اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے اسی مناسبت کے لحاظ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو عملی زندگی بسر کرنے والا ہو دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دے گا مگر جو سُست اور کاہل ہوگا اور کام کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال دینے کا عادی ہوگا

اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے رکھا جائے گا گویا جس نگاہ سے اس نے دنیا میں اپنے کام کو دیکھنے کی کوشش نہ کی اسی طرح اس کا اعمال نامہ بھی ایسا گندہ ہوگا کہ وہ اسے دیکھنے کیلئے قوتِ برداشت اپنے اندر نہ رکھے گا اور اسی لئے اسے پیٹھ کے پیچھے رکھا جائے گا۔

میں نے متواتر جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ سستی اور غفلت بہت بڑی لعنت ہے اور ہمیں اس لعنت کو بہت جلد اپنے آپ سے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اگر ہم اس کو دور نہیں کر سکتے تو ہمیں کم از کم اپنی اولادوں سے تو اس کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ڈاکٹروں نے اس بات پر بحثیں کی ہیں کہ ایشیائی لوگ سُست کیوں ہوتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ چونکہ ایشیاء میں ملیریا زیادہ ہوتا ہے اس لئے ملیریا کی وجہ سے ایشیاء والے سُستی کا شکار رہتے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں یہ بات غلط ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ملیریا سُستی پیدا کرتا ہے اور جب ملیریا کا انسانی جسم پر اثر ہونے لگے تو بخار چڑھنے سے کئی دن پہلے ہی انسان کا کام کرنے کو جی نہیں چاہتا اور پھر بخار کی حالت میں بھی جمائیاں آتی ہیں، اعضاء شکنی ہوتی ہے اور پژمردگی سی چھائی رہتی ہے۔ پس یہ صحیح ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایشیاء میں ملیریا نہایت سخت ہوتا ہے لیکن اسی ایشیاء میں وہ لوگ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے دنیا میں اتنے مہتم بالشان اور حیرت انگیز کام کئے ہیں کہ دنیا ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ اسی ایشیاء میں رسول کریم ﷺ ہوئے ہیں جن کی زندگی پر جب اس لحاظ سے غور کیا جائے کہ وہ کیسی محنتی زندگی تھی تو ہمیں اس میں محنت کا ایسا اعلیٰ نمونہ نظر آتا ہے کہ اُسے دیکھ کر حیرت آجاتی ہے۔

دنیا میں ایک شخص جرنیل ہوتا ہے اور وہ جرنیلی کے کاموں میں ہی تھکا رہتا ہے، کوئی استاد ہوتا ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ سکول کا کام اتنا زیادہ ہے کہ دماغ تھک جاتا اور جسم چُور چُور ہو جاتا ہے، ایک جج ہوتا ہے اور وہ یہ شور مچاتا رہتا ہے کہ ججی کا کام اتنا زیادہ ہے کہ میری طاقتِ برداشت سے بڑھ کر ہے، ایک وکیل ہوتا ہے اور وہ یہ شکوہ کرتا رہتا ہے کہ وکالت کا کام اتنا بھاری ہے کہ مجھے اس سے ہوش ہی نہیں آتا، ایک میونسپل کمیٹی کا پریذیڈنٹ ہوتا ہے اور وہ اس امر کا اظہار کرتا رہتا ہے کہ اتنا زیادہ کام ہے کہ میں سمجھ ہی نہیں سکتا اسے کس طرح کروں، ایک لیجسلیٹو اسمبلی کا سیکرٹری ہوتا ہے اور وہ کہتا رہتا ہے کہ قانون سازی کا کام اتنا بھاری ہے کہ میں

نہیں سمجھ سکتا کہ اس سے کس طرح عہدہ برآ ہوں۔ غرض ایک ایک کام انسان کی کمر توڑ دینے کیلئے کافی ہے مگر محمد ﷺ کی زندگی میں یہ سارے کام بلکہ ان کے علاوہ اور بھی بیسیوں کام ہمیں ایک جگہ اکٹھے نظر آتے ہیں۔ محمد ﷺ معلّم بھی تھے کیونکہ آپ لوگوں کو دین پڑھاتے اور رات دن پڑھاتے ، محمد ﷺ جج بھی تھے کیونکہ آپ لوگوں کے جھگڑوں کا تصفیہ کرتے ، محمد ﷺ پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی کے فرائض بھی سرانجام دیتے کیونکہ بلدیہ کے حقوق کی نگرانی وصفائی کی نگہداشت اور چیزوں کے بھاؤ کا خیال رکھنا یہ سب کام آپ کرتے ، پھر رسول کریم ﷺ مقنّن بھی تھے کیونکہ آپ قرآن کریم کے احکام کے ماتحت لوگوں کو قانون کی تفصیلات بتاتے اور ان کا نفاذ کرتے ، اسی طرح رسول کریم ﷺ جرنیل بھی تھے کیونکہ آپ لڑائیوں میں شامل ہوتے اور مسلمانوں کی جنگ میں راہبری فرماتے ، رسول کریم ﷺ بادشاہ بھی تھے کیونکہ آپ تمام قسم کے ملکی اور قومی انتظامات کا خیال رکھتے ، پھر اس کے علاوہ اور بھی بیسیوں کام تھے جو رسول کریم ﷺ کے سپرد تھے مگر آپ یہ سب کام کرتے اور اسی علاقہ میں رہ کر کرتے جس میں رہنے والوں کی سستی کی دلیل بعض ڈاکٹر یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ ملیریا زدہ علاقہ ہے۔ آخر آپ بھی تو ایشیاء کے ہی رہنے والے تھے یورپ کے رہنے والے تو نہ تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہمیں اپنی صحت کی درستی کا خیال رکھنا چاہئے اور ملیریا کو اس بات کا موقع نہیں دینا چاہئے کہ وہ ہماری تندرستی برباد کرے مگر ملیریا بھی تو بعض کمزوریوں کی وجہ سے ہی آتا ہے یا روحانی کمزوریاں ملیریا کا شکار بنا دیتی ہیں یا جسمانی سستیاں ملیریا کا شکار بنا دیتی ہیں یا امنگوں کی کمی ملیریا کا شکار بنا دیتی ہے۔ دنیا میں امنگ بھی بہت حد تک بیماریوں کا مقابلہ کرتی ہے۔ بے شک بداحتیاطی اور بدپرہیزی بھی بیماری لانے کا باعث بنتی ہے مگر امنگیں بیماری کو دبا لیتی ہیں لیکن وہ جو پہلے ہی اپنے ہتھیار ڈال چکا ہو اور کہے کہ ''آ بیل مجھے مار'' اور بیماریوں کے مقابلہ کی تاب اپنے اندر نہ رکھتا ہو اس پر بیماری بہت جلد غلبہ پالیتی ہے۔ لیکن وہ جو اپنی امنگوں کو زندہ رکھتا ، اپنی قوتِ ارادی کو مضبوط کرتا اور اپنے حوصلہ کو بلند رکھتا ہے بیماری اس پر غلبہ نہیں پاسکتی کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی کی حکومت تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ اگر بیماری اس پر حکومت کرنا چاہے تو وہ اس کی حکومت سے بھی انکار کر دیتا ہے۔ پس میں تسلیم کرتا ہوں کہ بیماری کا علاج ہونا چاہئے مگر میں یہ ہرگز تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں کہ یہ سست اور نکمّا بنانے کا

کافی سبب ہے۔ ایسے ہی حالات میں رسول کریم ﷺ نے جس محنت اور مشقت کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اسے دیکھتے ہوئے آپ کے متبعین میں سے کسی کو یہ جرأت نہیں ہوسکتی کہ وہ کہے کہ ملیریا کا ہمارے ملک میں پایا جانا ہمارے ملک کی سُستی اور غفلت کیلئے کافی عذر ہے۔ ہم جب رسول کریم ﷺ کی زندگی دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے آپ آدھی رات کے بعد اٹھ بیٹھتے اور عبادت شروع کر دیتے ہیں۔ اسی عبادت کے دوران میں فجر کی اذان ہوتی ہے اور آپ کو نماز کیلئے اطلاع ملتی ہے رسول کریم ﷺ نماز پڑھانے چلے جاتے ہیں۔ نماز پڑھا کر آپ مسجد میں ہی بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں جس کو کوئی ضرورت اور احتیاج ہو وہ بیان کرے۔ اس پر پہلے جن جن لوگوں کو رات کو کوئی خواب آیا ہوتا وہ بیان کرتے اور آپ تعبیریں بتاتے، اس کے بعد جنہیں کوئی دوسری حاجتیں ہوتیں وہ آپ کے سامنے اپنی حاجات بیان کرتے اور آپ مناسب مشورے دیتے۔ پھر صحابہ کو آپ قرآن کی تعلیم دیتے بعض کو حفظ کراتے اور بعض کو معانی بتاتے پھر مقدمات والے آجاتے اور آپ ان کے جھگڑوں کو سنتے اور فیصلہ کرتے۔ مقدمات سننے کے بعد ظہر کا وقت آجاتا ہے اور آپ کھانا کھانے اندر تشریف لے جاتے ہیں اس کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنے کیلئے نکلتے ہیں۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر وہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، درس و تدریس ہوتا ہے، اسلامی ضروریات پر مشورے ہوتے ہیں، قانون کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں، افتاء کا کام کیا جاتا ہے اسی میں عصر کا وقت آجاتا ہے اور آپ عصر کی نماز پڑھانے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر یا تو نصائح کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے یا فوجی مشقیں ہونے لگتی ہیں کیونکہ بالعموم عصر کے بعد رسول کریم ﷺ صحابہ سے فوجی مشقیں کراتے کہیں تیراندازی ہوتی، کہیں کشتی ہوتی، کہیں گھڑ دوڑ ہوتی اسی طرح بالعموم ظہر سے پہلے اور اشراق کے بعد رسول کریم ﷺ بازار تشریف لے جاتے اور بھاؤ وغیرہ معلوم کرتے اور دیکھتے کہ کہیں دکاندار دھوکا تو نہیں کر رہے یا لوگ دکانداروں پر تو ظلم نہیں کر رہے اور عصر کے بعد وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع ہوتا یا صحابہ کو فوجی مشقیں کرائی جاتیں اور انہیں جنگ کیلئے تیار کیا جاتا۔ گویا اس وقت رسول کریم ﷺ جرنیل کے فرائض سرانجام دیتے پھر مغرب کی نماز پڑھا کر کھانا کھا کر آپ مسجد میں آجاتے اور مجلس لگ جاتی پھر عشاء تک یا تو مقدمات کے تصفیے ہوتے یا شکایات سنی جاتی ہیں یا تعلیم دی جاتی ہے اسی دوران میں عشاء کی نماز کا

وقت آجاتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھ کر اور نوافل سے فارغ ہو کر آپ سو جاتے اور آدھی رات کے بعد پھر اُٹھ بیٹھتے اور اسی کام کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ غرض اس زندگی میں ایک منٹ بھی تو ایسا نہیں آتا جسے ہمارے ہاں گپیں ہانکنے کیلئے ضروری سمجھا جاتا ہے اور نہایت قیمتی وقت محض بکواس میں ضائع کر دیا جاتا ہے کہ فلاں کا یہ حال ہے اور فلاں کا یہ۔ اور اصل کام کی طرف توجہ نہیں کی جاتی اسی وقت کے اندر رسول کریم ﷺ اپنی بیویوں کے حقوق بھی ادا کرتے تھے اور اتنی توجہ سے ادا کرتے تھے کہ ہر بیوی سمجھتی تھی کہ سب سے زیادہ میں ہی آپ کی توجہ کے نیچے ہوں۔ پھر بیوی بھی ایک نہیں آپ کی نو بیویاں تھیں اور نو بیویوں کے ہوتے ہوئے ایک بیوی بھی یہ خیال نہیں کرتی تھی کہ میری طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ چنانچہ عصر کی نماز کے بعد رسول کریم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ساری بیویوں کے گھروں میں ایک چکر لگاتے اور ان سے ان کی ضرورتیں دریافت فرماتے۔ پھر بعض دفعہ خانگی کاموں میں آپ ان کی مدد بھی فرما دیتے اس کام کے علاوہ جو میں نے بیان کئے ہیں اور بھی بیسیوں کام ہیں جو رسول کریم ﷺ سرانجام دیتے ہیں۔ پس آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جو فارغ ہو مگر آپ بھی اسی ملیریا والے ملک کے رہنے والے تھے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہم دیکھتے ہیں جو آپ کے ظلّ تھے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کام کی یہ حالت ہوتی کہ ہم جب سوتے تو آپ کو کام کرتے دیکھتے اور جب آنکھ کھلتی تب بھی آپ کو کام کرتے دیکھتے اور باوجود اتنی محنت اور مشقت برداشت کرنے کے جو دوست آپ کی کتابوں کے پروف پڑھنے میں شامل ہوتے آپ ان کے کام کی اس قدر قدر فرماتے کہ اگر عشاء کے وقت بھی کوئی آواز دیتا کہ حضور میں پروف لے آیا ہوں تو آپ چارپائی سے اُٹھ کر دروازہ تک جاتے ہوئے راستہ میں کئی دفعہ فرماتے جزاک اللہ۔ آپ کو بڑی تکلیف ہوئی جزاک اللہ۔ آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ حالانکہ وہ کام اس کام کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہوتا تھا جو آپ خود کرتے تھے۔ غرض اس قدر کام کرنے کی عادت ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں دیکھی ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیں حیرت آتی۔ بیماری کی وجہ سے بعض دفعہ آپ کو ٹہلنا پڑتا مگر اس حالت میں بھی آپ کام کرتے جاتے۔ سیر کیلئے تشریف لے جاتے تو راستہ میں بھی مسائل کا ذکر کرتے اور سوالات کے جوابات دیتے حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس ملیریا زدہ علاقہ کے تھے بلکہ

حق یہ ہے کہ دنیا میں جتنے عظیم الشان کام کرنے والے انسان ہوئے ہیں وہ سب اسی ملیریا والے ملک میں ہوئے ہیں کیونکہ اکثر معروف انبیاء ایشیاء میں ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اسی ملیریا زدہ علاقہ کے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اسی ملیریا زدہ علاقہ کے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی اسی ملیریا زدہ علاقہ کے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی ملیریا زدہ علاقہ کے تھے بلکہ حضرت کرشنؑ ، حضرت رام چندرؑ اور حضرت زرتشت بھی اسی علاقہ کے رہنے والے تھے۔ تو اس میں کوئی شبہ نہیں ہمیں اپنی صحتوں کو درست کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہئے مگر مغرب کے کسی ڈاکٹر کا کوئی فقرہ سن کر اس کے پیچھے چل پڑنا بھی تو نادانی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اصل ملیریا وہ ہے جو دل سے پیدا ہوتا ہے اگر دل کا ملیریا دور نہ ہو تو خواہ ظاہری طور پر انسان ملیریا زدہ علاقہ میں نہ ہو پھر بھی سست اور کاہل رہ سکتا ہے۔ چنانچہ یورپ میں بھی سست لوگ ہیں حالانکہ وہاں ملیریا نہیں۔ بڑے بڑے امراء ہوتے ہیں اور انہوں نے اپنا کام یہی سمجھا ہوا ہوتا ہے کہ اچھی اچھی غذائیں کھائیں، شرابیں پئیں اور تاش کھیلیں ان کو کونسا ملیریا ہوتا ہے۔

پس حقیقت یہ ہے کہ دل کا ملیریا ہی انسان کو سست اور غافل کر دیتا ہے اور سستی اور غفلت ایسی چیز ہے کہ وہ قوم کو تباہ کر دیتی، اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے انسان کو محروم کر دیتی اور نجات سے دور پھینک دیتی ہے۔ میں نے بار بار جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ وہ سستی اور غفلت کو چھوڑے مگر مجھے افسوس ہے کہ جماعت نے ابھی تک اس پر عمل نہیں کیا۔ مائیں اپنے بچوں کو سست رکھنا پسند کرتی ہیں مگر یہ پسند نہیں کرتیں کہ ان پر کام کا بوجھ پڑے، باپ اپنے بچوں کو سست رکھنا پسند کرتے ہیں مگر یہ پسند نہیں کرتے کہ انہیں کام کی عادت ڈالی جائے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کام نہ کرنے کی عادت ان میں پیدا ہو جاتی ہے اور اس عادت کا دور ہونا پھر بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ کوئی شخص ہندو تھا جو بعد میں مسلمان ہو گیا ایک دن کسی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ کوئی لطیفہ کی بات ہوئی اس پر وہ جھٹ کہنے لگا رام رام۔ رام رام۔ کسی نے کہا یہ کیا بات ہے تم تو مسلمان ہو تمہیں رام رام کی بجائے اللہ اللہ کہنا چاہئے تھا۔ وہ کہنے لگا اللہ اللہ داخل ہوتے ہی داخل ہوگا اور رام رام نکلتے ہی نکلے گا۔ پرانی عادت پڑی ہوئی ہے اس لئے زبان سے رام رام ہی نکل جاتا ہے۔ تو سُستیاں اور غفلتیں اگر کسی قوم میں عادت کے طور پر داخل ہو جائیں تو اس قوم کو کم از کم یہ چاہئے کہ اپنی اولادوں

کو اس لعنت سے بچائے مگر مجھے افسوس ہے کہ اب تک اپنی اولادوں کو سُستی اور غفلت سے بچانے کی طرف جماعت نے کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ اس تحریک میں مائیں روک بنتی ہیں، اس تحریک میں باپ روک بنتے ہیں، اس تحریک میں استاد روک بنتے ہیں حالانکہ اگر ماں باپ اور استاد بچوں کی نگرانی کر کے سستی اور غفلت کی عادت اگلی نسل سے دور کر دیں تو ان کا یہ کام جہادِ اعظم کے برابر حیثیت رکھے گا مگر مجھے افسوس ہے کہ اب تک یہ کام کرنے والے ہمیں میسر نہیں آئے حالانکہ ہمیں ایسے کارکنوں کی ضرورت ہے جنہیں کام میں لذت آئے اور جو وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ؎ کا مصداق ہوں کہ جب کسی کام میں ہاتھ ڈالیں اس میں غرق ہو جائیں اور غرق ہو کر اس میں سے موتی نکال لائیں۔ مجھے تعجب ہوا کہ کل ہی میں نے ایک کام کیلئے ایک دفتر کو تاکید کی اور کہا کہ چونکہ وہ اس کام میں کئی مہینوں سے سستی کرتے چلے آئے ہیں اس لئے اب وہ یہ کام ختم کر کے دفتر بند کریں چاہے دو دن انہیں رات دن دفتر کھلا رکھنا پڑے۔ اس کے جواب میں رات کے تین بجے مجھے ایک افسر کا رقعہ ملا جسے پڑھ کر ہنسی بھی آئی اور رونا بھی۔ ہنستی تو اس لئے کہ اس نے لکھا فلاں شخص بھی میرے ساتھ مل کر کام کر رہا ہے اسے تین بجے اٹھنے کی اجازت دی جائے حالانکہ اسی کی غفلت کے نتیجہ میں کام خراب ہوا تھا مگر ذکر اس رنگ میں کیا گیا گویا اس کا کام کرنا بہت بڑا احسان ہے اور رونا مجھے اس لئے آیا کہ میں نے کہا تھا چاہے دو دن انہیں دن رات دفتر کھلا رکھنا پڑے کھلا رکھیں اور اس کام کو ختم کریں مگر مجھے لکھا گیا اب تو تین بج چکے ہیں اب ہم میں سے بعض کو جانے کی اجازت دی جائے۔ وہ تو نوجوان ہیں اور اس لحاظ سے انہیں کام زیادہ کرنا چاہئے مگر میری تو عمر ان سے زیادہ ہے صحت بھی کمزور ہے لیکن سال میں بیسیوں دن ایسے آتے ہیں جب رات کے تین تین چار چار بجے تک مجھے کام کرنا پڑتا ہے مگر انہیں یہی بات اچنبھا معلوم ہوئی کہ ایک دن انہیں رات کے تین بجے تک کام کرنا پڑا اور اس کے بعد انہیں ضرورت محسوس ہوئی کہ کام چھوڑنے کی اجازت لیں گویا ان کے نزدیک تین بجے کے بعد اگر کام کیا جائے تو موت ہی آ جاتی ہے۔ حالانکہ بیسیوں دن سال میں مجھ پر ایسے آتے ہیں جب مجھے چار چار بجے تک بیٹھ کر کام ختم کرنا پڑتا ہے اور اس میں بعض دفعہ میں اپنی بیویوں کو بھی شامل کر لیتا ہوں۔ ابھی آٹھ دن ہوئے رات کے وقت سخت گرمی تھی اور میں پسینہ میں شرابور تھا میری بیوی بھی بیمار تھیں مگر میں نے انہیں کہا کہ تم زائد

رقعے پڑھ کر مجھے دیتی جاؤ اور بتاتی جاؤ کہ اس میں کیا لکھا ہے کیونکہ کام بہت سا اکٹھا ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہم دونوں نے بیٹھ کر رات کے تین بجے تک کام ختم کیا اور سوتے ہوئے قریباً چار بج گئے۔ یہ بات بتاتی ہے کہ ہماری جماعت کے نوجوانوں کو ابھی کام کرنے کی عادت نہیں ورنہ اگر کام کرنے کی عادت ہو تو تین بجے تک کام کرنے کو اہمیت دینا تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی شخص تنکا اٹھا کر ناچتا پھرے کہ میں نے کتنا بوجھ اٹھایا ہؤا ہے۔ ایسی کئی راتیں مجھ پر گزری ہیں جن میں مجھے صبح کی نماز تک کام کرنا پڑا ہے کئی کتابیں میں نے ایسی لکھی ہیں جن میں بعض دوسرے دوست بھی میرے شریک تھے اور ہم صبح تک کام کرتے چلے گئے صبح کی نماز پڑھ کر پھر بیٹھ گئے اور رات تک کام کرتے رہے۔ پس کام کرنے سے گھبرانا ایک ایسی بات ہے جو میری سمجھ سے بالا ہے حالانکہ میری غرض تحریک جدید اور ان صیغوں کے قائم کرنے سے ہے ہی یہ کہ لوگوں کو کام کرنے کی عادت ڈالی جائے اور نئی پود اتنا کام کرنے کی عادی ہو کہ وہ سمجھے ہی نہ کہ کام ہوتا کیا ہے۔ یہی لعنت تو میں دور کرنا چاہتا ہوں کہ اب چھ بج چکے ہیں، اب سات بج چکے ہیں، اب دس بج چکے اور ہمیں دفتر بند کر کے چلے جانا چاہئے کیونکہ یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ دس بج چکے ہیں یا نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ کام ختم کر لیا گیا ہے یا نہیں یا کام ختم ہونا ناممکن تو نہیں ہو گیا۔ میں یہ مانتا ہوں کہ انسانی طاقت کی حد ہے مگر جو اس حد سے پہلے ہی رہ جاتے ہیں وہ کسی تعریف کے مستحق نہیں سمجھے جاتے۔ کام کرنیوالے لوگ تو جب انہیں کوئی ضروری کام لاحق ہو دو دو راتیں مسلسل جاگنا بھی کوئی بڑی بات نہیں سمجھتے اور درحقیقت کام کرنے والا آدمی اگر کام کر کے تھوڑا سا سو جائے تو پھر دوبارہ اس کے کام کرنے کی ویسی ہی طاقت پیدا ہو جاتی ہے جیسے پہلے ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں جب کوئی ضروری کام آپڑے ہو سکتا ہے کہ ایک سو جائے اور دوسرا کام کرتا رہے پھر دوسرا سو جائے اور پہلا کام کرنے لگے گویا باری باری وہ کام کرتے رہیں اسی طرح کام بھی ہو جاتا ہے اور تھکان بھی محسوس نہیں ہوتی۔ مگر جب تک یہ احساس پیدا نہیں ہوتا کہ ہم نے کام ختم کرنا ہے وقت نہیں دیکھنا اس وقت تک کاموں میں تعویق ہوتی چلی جائے گی۔ یہی وجہ ہے جو کام چوبیس گھنٹے میں ہو سکتا ہے ہمارے آدمی اس پر ہفتہ ہفتہ لگا دیتے ہیں اور پھر بھی بعض دفعہ احسن صورت میں نہیں ہوتا۔

پس میں اس امر کو اس لئے خطبہ میں بیان کر دیتا ہوں کہ ایک طرف جماعت کو میں توجہ

دلانا چاہتا ہوں کہ اس معاملہ میں اس کے تعاون کی ضرورت ہے۔ جو بچے گھروں پہ رہتے ہیں ان کے متعلق والدین کا فرض ہے کہ وہ انہیں کام پر لگائیں اور محنت اور مشقت کی انہیں عادت ڈالیں۔ مثل مشہور ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اگر نوجوانوں کا ایک حصہ ایسا ہو جو سست کاہل اور غافل ہو تو انہیں دیکھ کر دوسرے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ پس انہیں جفاکش اور محنتی بناؤ اور اگر بیماریاں ان کی سستی کا باعث ہیں تو ان کا علاج کرو لیکن اگر بیماری کوئی نہ ہو اور انسان پھر بھی کاہل اور غافل ہو اور کام سے جی چرانے لگے تو ایسا انسان اپنے ملک کیلئے عار اور مذہب کیلئے ننگ کا موجب ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی میں صدر انجمن کے دوسرے کارکنوں سے بھی کہتا ہوں کہ وہ اس معاملہ میں تعہّد سے کام لیں اور محنت سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ ممکن ہے میری غلطی ہو لیکن میرا اندازہ ہے کہ ہم میں سے سب سے زیادہ محنت سے کام کرنے والے لوگ بھی اپنی طاقت سے تیسرا حصہ کام کرتے ہیں اور جب اپنے میں سے سب سے زیادہ محنتی لوگوں کے متعلق میں یہ سمجھتا ہوں تو دوسرے لوگ سمجھتے ہیں ان کے کام کی ان کی طاقت کے مقابلہ میں کیا نسبت ہوگی۔ بہرحال میرا یہ اندازہ ہے کہ ہم میں سے محنتی شخص بھی اپنی طاقت سے تیسرا حصہ کام کرتا ہے۔ کچھ تو اس طرح کہ وہ ہوشیاری سے کام نہیں لیتا اور آدھ گھنٹے کا کام گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں کرتا ہے اور کچھ اس طرح کہ جتنا وقت کام کیلئے دینا چاہئے اتنا وقت وہ نہیں دیتا اور اگر کارکن وقت بھی زیادہ دیں اور چُستی سے بھی کام لیں تو میں سمجھتا ہوں موجودہ نسبت سے وہ تین گنے زیادہ کام کر سکتے ہیں۔ اب خیال کرو اس وقت جتنے سلسلہ کے کارکن ہیں اگر وہ اس تعداد سے تین گنے زیادہ ہو جائیں تو کتنا کام ہونے لگے۔ لیکن اگر ہمارے موجودہ کارکن ہی اپنے دل میں زیادہ کام کرنے کا پختہ ارادہ کرلیں اور اس کے مطابق عمل کریں تو وہی صورت اب بھی پیدا ہو سکتی ہے اور دنیا کو بہت زیادہ کام دکھا سکتے ہیں۔ کتنی ہی تبلیغ بڑھ سکتی ہے، کتنی ہی تصنیف بڑھ سکتی ہے اور کتنی ہی تربیت بڑھ سکتی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ تو کدح چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انسان اتنی محنت کرے کہ اس کے جسم میں ہزال ۵ پیدا ہو جائے۔ یہ مت خیال کرو کہ جس قوم کے افراد میں ہزال آجائے گا وہ تباہ ہو جائے گی۔ یہ یورپین لوگوں کا خیال ہے جس کی اسلام تائید نہیں کرتا۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ جس ہزال

کے ساتھ اخلاص ہو وہ ہزال انسانی حوصلہ کو بڑھا دیتا ہے اور اسے کمزور نہیں رہنے دیتا۔ جب خلافت کا جھگڑا ہؤا اُس وقت ہمارے ایک دوست جو ایم۔اے ہیں اور بنگال کے رہنے والے ہیں خواجہ کمال الدین صاحب کے بہت مداح تھے وہ خلافت کے منکر نہیں تھے مگر کہتے تھے کہ خلافت کے اہل خواجہ صاحب ہیں میں نہیں۔ مجھ سے چونکہ وہ ذاتی طور پر واقف تھے اور جانتے تھے کہ میری صحت ہمیشہ کمزور رہتی ہے لیکن ان کا یہ خیال تھا کہ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف انہوں نے توجہ کی تو الہام ہؤا ''بادشاہی را نشاید پیلتن'' کہ بادشاہی کیلئے ہاتھی جیسا جسم نہیں چاہیئے۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے میری بیعت کر لی اور بھی الہام انہیں ہوئے تھے مگر ایک الہام یہ تھا۔ تو ہزال جس کے ساتھ ایمان ہو وہ انسان کو خراب نہیں کرتا ایسا انسان کشتی میں بے شک ہار سکتا ہے مگر اپنے فن میں نہیں ہارتا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے تھے اور اپنے تقویٰ و طہارت اور خدمت دین کی وجہ سے بہت مشہور ہیں دبلے پتلے تھے مگر لڑائی کے کامیاب جرنیلوں میں سے ایک جرنیل سمجھے جاتے تھے۔ ایک دفعہ کفار کے ایک مشہور جرنیل سے ان کا مقابلہ ہو گیا وہ آدمی تھا ذہین اُس نے سوچا میں تلوار میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا یہ دبلا پتلا اور پھرتیلے جسم کا آدمی ہے تلوار کے وار میں کامیاب ہو جائے گا اس لئے اس نے داؤ کھیل کر ان کی کمر پر ہاتھ ڈال دیا اور جس طرح تنکا اُٹھایا جاتا ہے اسی طرح اُس نے اُنہیں اٹھا کر زمین پر پھینکا اور ان کے سینہ پر بیٹھ کر تلوار اٹھائی کہ ان کی گردن کاٹ دے۔ اتنے میں پیچھے سے ایک شخص نے جو اسلام سے مرتد ہو کر عیسائیوں میں شامل ہو چکا تھا تلوار سے اس کافر کی گردن اُڑا دی اور اس کا سر کاٹ کر مسلمانوں کے لشکر میں لے آیا۔ اسلامی لشکر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور لوگوں نے کہا تُو تو مرتد تھا تُو نے اپنے جرنیل کو کس طرح مار دیا؟ وہ کہنے لگا ارتداد کے بعد ہمیشہ میرے دل میں ندامت پیدا ہوتی اور میں اپنی حالت پر افسوس کرتا لیکن ساتھ ہی میں کہتا مجھ سے اتنا بڑا قصور ہوا ہے اب میری توبہ کہاں قبول ہو سکتی ہے یہاں تک کہ یہ دن آیا اور آج جب عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو اُس نے گرایا اور تلوار سے گردن کاٹنے لگا تو مجھے چونکہ اُن کی نیکی اور تقویٰ کا حال معلوم تھا میرے دل میں یکدم جوش آیا کہ کمبخت آج اگر تُو نے دین کی خدمت نہ کی تو اور کونسا دن ہو گا جب تُو دین کی خدمت کرے گا دیکھ! اسلام کا ایک درخشندہ ستارہ غائب ہونے لگا ہے تُو کیوں آگے نہیں

بڑھتا۔ یہ خیال جونہی میرے دل میں آیا میں نے جھٹ تلوار نکال کر اس کافر کی گردن اڑا دی اور ساتھ ہی خیال آیا کہ اب میری توبہ بھی قبول ہو جائے گی۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر جسمانی طور پر ہزال رکھتے تھے مگر اپنے ایمان اور اخلاص کی وجہ سے ایک کامیاب جرنیل سمجھے جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور جرنیل تھے مگر دُبلے پتلے اور چھوٹے قد کے آدمی تھے۔ چنانچہ ایک ضرب المثل ہے کہ کُلُّ قَصِیْرٍ فِتْنَةٌ اِلَّا عَلِیٌّ۔ ہر چھوٹا قد رکھنے والا انسان فتنہ ہوتا ہے۔ یعنی بڑا متفنّی ہوتا ہے مگر حضرت علیؓ باوجود چھوٹا قد رکھنے کے ایسے نہیں تھے۔ اور حضرت عمرؓ کے متعلق کہتے ہیں کہ کُلُّ طَوِیْلٍ اَحْمَقٌ اِلَّا عُمَرُ ہر لمبا انسان احمق ہوتا ہے مگر حضرت عمرؓ باوجود لمبا ہونے کے ایسے نہ تھے۔ یہ تو ایک مثال ہے اور عام طور پر ایسا ہو بھی جاتا ہے کیونکہ بعض قدوں کے ساتھ بعض باتیں وابستہ ہوتی ہیں لیکن اس سے یہ ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت علیؓ جو ایک مشہور جرنیل تھے دبلے پتلے اور چھوٹے قد کے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ تم اپنے جسموں کی حفاظت کر کے اور بناؤ سنگھار کر کے خدا تعالیٰ کو حاصل نہیں کر سکتے بلکہ جب محنتیں اور مشقتیں تمہارے جسم کے اندر داخل ہو کر تمہیں گھائل کر دیں اور تم میں ہزال نظر آنے لگے اس وقت تم خدا تعالیٰ کے حضور پہنچو گے اور تمہارے دائیں ہاتھ میں تمہارے اعمال کا کاغذ دیا جائے گا اور کہا جائے گا اب تمہیں محنتوں کا ثمر ملنے والا ہے جاؤ بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ مگر یہ نہیں کہ بہشت میں آرام مل جائے گا بلکہ بہشت میں بھی کام کرنا پڑے گا۔ آرام کا لفظ اس جگہ ان معنوں کے لحاظ سے میں نے استعمال کیا ہے جو عام طور پر اس کے لوگ سمجھتے ہیں کہ کوئی کام نہ ہو اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر انسان بیٹھا رہے اس قسم کا آرام بہشت میں بھی نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم سے ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہشت کام کی جگہ ہے اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بہشت میں نکمّا بیٹھا رہنا ہو گا وہ غلط سمجھتے ہیں۔ غرض انسان کیلئے آرام اور حقیقی راحت کام میں ہی ہوتی ہے نکمّے پن میں نہیں ہوتی اور میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں کو محنت اور مشقّت سے کام کرنے کی عادت ڈالیں ورنہ میرے ساتھ ان کا گذارہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے ایک عرصہ تک سلسلہ کے دفاتر میں دخل نہیں دیا اور جب میرے پاس لوگ شکایات لاتے تو میں انہیں کہتا کہ متعلقہ دفاتر میں جاؤ۔ اس سے میری غرض یہ تھی کہ جماعت کو سلسلہ کے نظام کی پابندی کی عادت

ڈالی جائے اور میں سمجھتا ہوں نہایت نیک نیتی سے میں نے ایسا کیا اور اب بھی سمجھتا ہوں کہ میں نے جو کچھ کیا وہی صحیح طریق عمل تھا لیکن میں سمجھتا ہوں اب وقت آ گیا ہے کہ میں کارکنوں کی سستی اور غفلت دور کرنے کیلئے ان کے کاموں میں دخل دوں۔ خصوصاً تحریک جدید کے کارکنوں کو یہ امر مدنظر رکھنا چاہئے کہ میں ان کے متعلق ہرگز کسی قسم کا لحاظ کرنے کیلئے تیار نہیں۔ میرے لئے یہ بہتر ہے کہ ایک کو جواب دے دوں بجائے اس کے کہ اس کی سستی اور غفلت کا سَو یا دوسَو لوگوں پر اثر پڑے۔ اسی طرح اگر ایک مبلغ محنت سے کام نہیں لیتا تو وہ ہزاروں جاہلوں کو ہلاک کرنے کا موجب بنتا ہے۔ پس بہتر ہے کہ اس کو الگ کر دیا جائے بجائے اس کے کہ ہزاروں جانوں کی ہلاکت برداشت کی جائے۔ اسی طرح اگر ایک مدرس طالب علموں کا فکر نہیں کرتا، ایک افسر اپنے ماتحتوں کی نگرانی نہیں کرتا تو یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس کو الگ کر دیا جائے اور وہ ہزاروں جانیں جو اس کی وجہ سے نقصان اٹھا رہی ہیں انہیں بچا لیا جائے۔ لیکن اگر میری یہ کوشش محدود ہو تحریک جدید کے کارکنوں تک یا محدود ہو سلسلہ کے افسروں اور کارکنوں تک یا قادیان کے لوگوں تک تو بھی اس کا کوئی مفید نتیجہ نہیں نکل سکتا کیونکہ وہ آٹے میں نمک کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ پس زیادہ تر میرے مخاطب جماعت کے وہ لوگ ہیں جو باہر رہتے ہیں اور جو اپنے گھروں پر اپنے بچوں کو رکھتے ہیں۔ ایسے بچے بہت بڑی تعداد میں ہیں اور میں اپنی جماعت سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں کو محنت سے کام کرنے کی عادت ڈالے گی یہاں تک کہ ان کا کوئی منٹ ایسا نہ ہو جو فارغ ہو اور جسے وہ فضول ضائع کر سکیں۔ یاد رکھو جس قوم کو ذلّت اور رسوائی پہنچ رہی ہو اس قوم کے موٹے جسم اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے، جس جسم پر جوتے پڑ رہے ہوں اس جسم کی موٹائی اسے کیا فائدہ دے سکتی ہے۔ پس ایک ذلیل اور رسوا شدہ قوم کے گوشت کوئی قابل قدر گوشت نہیں ہوتے۔ کتّے کی بوٹیاں بھی کوئی بوٹیاں ہوتی ہیں ہاں دُبلے پتلے دُنبے کا گوشت موٹے کُتے کے گوشت سے زیادہ قیمت رکھتا ہے۔ پس تم اپنی اولادوں کو اگر کتّوں جیسا بناؤ گے تو ان کی بوٹیاں سوائے اس کے کسی کام نہیں آئیں گی کہ چیلیں اور کوّے انہیں کھا جائیں لیکن اگر اخلاق سکھا کر تم انہیں دُنبے جیسا قیمتی وجود بناؤ گے تو وہ دُبلے پتلے ہونے کے باوجود بھی روحانی اور اخلاقی دنیا میں زیادہ قیمت پائیں گے۔

مجھے افسوس ہے ایک عرصہ سے عورتوں کا جمعہ کیلئے آنا رُک چکا ہے۔ جس وقت انہیں روکا گیا اُس وقت تو مصلحت تھی مگراب وہ مصلحت ختم ہوچکی ہے۔ میرے کئی خطبات ایسے ہوتے ہیں جنہیں اگر عورتیں بھی سنیں تو ان کا زیادہ شاندار نتیجہ نکل سکتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں آئندہ عورتوں کیلئے بھی خطبہ سننے کا انتظام کردیا جائے گا۔ دراصل بچوں کوست بنانے میں عورتوں کا بہت حد تک دخل ہوتا ہے اگر اس قسم کے خطبات وہ سنیں تو گو عورتیں تعلیم میں بہت پیچھے ہیں مگر اخلاص سے کام لے کر وہ بہت سے نقائص کا ازالہ کرسکتی ہیں۔ قادیان کی ایک عورت تھوڑے ہی دن ہوئے میرے پاس آئی اور کہنے لگی میں کہتی ہوں میں اپنے بچہ کو مبلّغ بناؤں گی اور میرا خاوند کہتا ہے کہ اُسے دنیا کا کوئی پیشہ سکھانا ہے آپ اس کا فیصلہ کریں میں نے کہا یہ تمہارا خانگی جھگڑا ہے اس میں مَیں دخل نہیں دے سکتا لیکن ایک بات میں تمہیں بتا دیتا ہوں اور وہ یہ کہ تمہارا اثر تمہارے بچے پر زیادہ ہے تم اپنی باتیں اُس کے کانوں میں ڈالتی رہو اور ہمت نہ ہارو۔ تم دیکھو گی کہ اس کے نتیجہ میں ایک دن تمہارے خاوند کی باتیں دھری کی دھری رہ جائیں گی اور تمہارا بچہ مبلّغ بن جائے گا کیونکہ بچے پر ماں کا اثر باپ سے زیادہ ہوتا ہے اور تمہارا ارادہ تو نیک ہے اس کا اثر کیوں نہ ہوگا۔ تو اگر عورتوں کیلئے خطبہ سننے کا انتظام کردیا جائے تو اس کا بھی بہت کچھ فائدہ ہوسکتا ہے لیکن بہرحال جب تک عورتیں خطبہ نہیں سنتیں مردوں کو چاہئے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور نہ صرف اپنی اولادوں کو بلکہ اپنے بھائیوں کی اولادوں اور اپنے ہمسائیوں کے بچے کو بھی محنتی اور جفاکش بنانے کی کوشش کریں اور یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ کا وصال کدح کئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ جب انسان کدح کرتا ہے تو نفس دُبلا ہونا اور روح موٹی ہونی شروع ہوجاتی ہے لیکن کدح کے بغیر نفس موٹا ہوجاتا اور روح دُبلی ہوجاتی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری جماعت کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھے اور ہر قِسم کی سُستیاں، عجز اور کسل اس سے دور فرمادے اور اپنے فضل سے اسے محنت، مشقت اور جفاکشی سے کام کرنے کی عادت ڈالے اور اس کدح کی توفیق عطا فرمائے جس سے ہمارا ربّ ہمیں مل سکتا ہے۔ (الفضل ۳۰؍اپریل ۱۹۳۶ء)

۱؎ الانشقاق: ۷ تا ۱۶

۲؎ ستیہ گرہ: حکومت کے خلاف پُرامن تحریک

۳؎ الکھف: ۱۰۵ ۴؎ النّٰزعٰت: ۲

۵؎ ہُزال: دُبلا ہونا۔ لاغری۔ دُبلا پن (لغت فارسی)